

مغربی تہذیب کا ارتقائی جائزہ

ہیں۔ اس بات کو سمجھو اور ان کا تجزیہ کرو۔ جو ان میں حقیقتیں غفلت ہیں ان کی تلاش کرو، جستجو کرو۔

پھر قرآن نے انسان کو یہ شعور دیا ہے کہ انسان پر انسان کی حاکمیت غلط ہے، بلکہ ان الحکم الا للہ ”حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔“ انسان کے لیے حاکمیت کا تصور نہیں ہے، اس لیے کہ تمام انسان پیدا انہی اعتبار سے مساوی ہیں۔ کوئی پیدا انہی طور پر اونچا نہیں، کوئی نیچا نہیں، کوئی اعلیٰ نہیں، کوئی ادنیٰ نہیں، کوئی گھٹیا نہیں اور کوئی بڑھیا نہیں۔ یہ سارے تصورات درحقیقت اسلام نے دیے ہیں۔

پھر دور عباسی میں انہی تصورات کے نتیجے میں مسلمانوں نے یونان کی سائنس اور فلسفے کو از سر نو زندہ کیا اور اس میں اضافے کیے۔ پھر مسلمانوں نے سائنسی عمل کا آغاز کیا اور بہت سی ایجادات کیں۔ پھر ہوا یہ کہ ہسپانیہ کی یونیورسٹیوں سے یہ علم یورپ کو منتقل ہوا۔ ہسپانیہ کے بالکل ساتھ تین سرحدی ملک ہیں، سب سے پہلے فرانس آتا ہے، پھر جرمنی ہے اور پھر نیچے اٹلی کی ٹانگ کی سی صورت بنتی ہے۔ یہ سمجھئے کہ سنٹرل یورپ ہے، جہاں سے نوجوان ہسپانیہ کی یونیورسٹیوں میں یہ تعلیم حاصل کرتے تھے اور غربانہ کی بڑی بڑی تھے۔ اسی تعلیم اور روشن خیالی کے زیر اثر یورپ میں احیاء العلوم (Renssance) اور اصلاح مذہب (Reformation) کی تحریکیں چلیں۔ ان تحریکوں کا نقطہ آغاز درحقیقت اسلام ہے، جس کو علامہ اقبال قرآنی innercore کہتے ہیں۔

البتہ دو عوامل ایسے تھے جن کے شدید رد عمل کے نتیجے میں انتہا پسندی پیدا ہو گئی۔ یورپ کے تاریک ادوار (Dark Ages) میں وہاں دو طرح کا جبر تھا، ایک تو وہاں بادشاہوں کی حکومت تھی اور بادشاہوں کے حقوق کو خدائی حقوق (Divine Rights) سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے یہ کہ یورپ اور کلیسا کا اختیار خدائی اختیار (Divine Authority) مانا جاتا تھا۔ گناہوں کا معاف کرنا اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے، ”اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو؟“ (آل عمران ۱۳۵) لیکن یہ اختیار بھی پوپ کو حاصل تھا۔ وہ کوئی نذرانہ لیس گے اور لکھ کر دے دیں گے تو گناہ معاف ہو جائے گا۔ یہ پوپ کے پاس خدائی اختیار ہے۔ اسی طرح حلت و حرمت اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ وہ طے کرتا ہے کہ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے۔ لیکن انہوں نے تو اپنے اجبار اور رہبان کو اللہ کے سوا رب بنالیا (التوبہ ۳۱) بائیں معنی کہ جس شے کو وہ حرام کہہ دیں وہ ان کے ہاں حرام ہے اور جس شے کو وہ حلال کہہ دیں وہ ان کے نزدیک حلال ہے۔ حالانکہ تحلیل و تحریم تو اللہ کے اختیار

مغربی تہذیب کے بارے میں ہمارے ہاں علم آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ہر شے خراب ہے اور اس میں گندگی ہی گندگی ہے۔ اس کا صحیح تجزیہ (analysis) وہ ہے جو علامہ اقبالؒ نے کیا ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ اس تہذیب کا inner core خالص قرآنی ہے۔ اس تہذیب کا آغاز اسلام کے عطا کردہ اصولوں پر ہوا۔ اسلام نے جو بنیادی اصول دیے تھے ان میں اولین اصول جسے اس تہذیب نے بنیاد بنایا، یہ ہے کہ اپنے موقف کی بنیاد توہمت پر نہ رکھو بلکہ علم پر رکھو۔

”کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہیں۔ یقیناً“ آئٹھ، کلن اور دل ہی کی باز پرس ہوتی ہے۔“ (بنی اسرائیل ۳۶)

اسی طرح استخراجی منطق (deductive logic) کی سنگنائیوں میں ہل کی کھل اتارتے رہنے کی بجائے کائنات کا وسیع تر مشاہدہ کرو۔

کھول آئٹھ، زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

یقیناً آسمانوں اور زمین کی ساخت میں ’رات اور دن کے عظیم ایک دوسرے کو ذرا دیکھ آنے میں‘ ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور (اپنے اسی انتظام کی بدولت) زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے۔ ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، ان لوگوں کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ (البقرہ ۱۴۳)

گویا یہ وسیع تر صحیفہ کائنات تمہارے سامنے ہے، اس میں آیات الہی کا مشاہدہ کرو۔ اسے induction (استقراء) کہتے ہیں۔ توہمت کی بیخ کنی اور deducation (استخراج) کی بجائے induction (استقراء) پر انسان کی سوچ کو استوار کرنا، یہ عالم انسانیت کے لیے اسلام کی دین ہے۔ اسی سے پھر سائنسی طریقہ کار کا آغاز ہوا۔ یعنی اشیاء کو دیکھ کر، مطالعہ کر کے نتیجہ نکالو۔ ان کے خواص (properties) کیا ہیں، ان سے آپ کیسے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کیسے exploit کر سکتے ہیں۔ یہ دنیا تمہارے لیے مسخر کی گئی ہے، ان میں سے کوئی شے دیوی یا دیوتا نہیں ہے، نہ سورج دیوتا ہے، نہ چاند دیوتا ہے، نہ جل دیوی ہے نہ کوئی آگ دیوتا ہے، بلکہ یہ تمام چیزیں تو تمہارے لیے مسخر کی گئی ہیں، یہ تمہاری خدمت میں لگادی گئی

فروغ پذیر ہوا تو تمام مذہبی پابندیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ یہودیوں نے جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے دور میں اسلام کی پیٹھ میں چھرا گھونپا تھا اسی طرح عیسائیت کی پیٹھ میں چھرا گھونپا اور اسے دولتت کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں "الفیہ الکبریٰ" یہودیوں ہی کا پر کیا ہوا تھا۔ یہ عبد اللہ بن سبا یہودی کی سازش تھی اور آج تک اس زخم سے خون بہہ رہا ہے۔ اسلام میں شیعہ سنی تفرقے کا آغاز حقیقت میں اس وقت عبد اللہ بن سبا کے ذریعے سے ہی ہوا تھا۔ ایسے ہی یورپ میں یہودیوں نے عیسائیت کی پیٹھ میں چھرا گھونپا اور اسے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں تقسیم کر دیا۔ اور protestants کے ذریعے سے سودی اجازت حاصل کر کے بینکنگ کا زبردست نظام قائم کر لیا۔ بینکنگ کے اس نظام پر علامہ اقبالؒ کے یہ دو شعر ملاحظہ ہوں۔

۔ ایں بنوک ایں فکر چالاک یہود نور حق از سینہ آدم ربود
۔ تا تمہ و بلا نہ گردو ایں نظام دانش و تہذیب و دیں سودائے خام
یہ بینکنگ نظام کیا ہے؟ یہ یہودیوں کی چالاک اور مکاری والے فکر کا مظہر ہے۔ ان بینکوں نے انسانوں کے سینوں سے نور حق یعنی روح ربانی (Spark Divine) کو ختم کر دیا اور انسان کو بھیڑیا بنا کر رکھ دیا ہے۔ جب تک بینکوں کا یہ نظام تہ و بلا نہیں ہوتا، اس کو بالکل نسباً "منسیباً" نہیں کر دیا جاتا، دانش و تہذیب اور مذہب و اخلاق سب کچھ کی باتیں ہیں، یہ محض خام خیالی ہے۔ اس نظام کی موجودگی میں یہ چیزیں آبی نہیں سکتیں۔

پھر مساوات مرد و زن کا نظریہ دیا گیا کہ مرد اور عورت بالکل برابر ہیں۔ ان کے بالکل برابر کے حقوق ہیں اور انہیں کدھے سے کدھا ملا کر چلنا چاہیے۔ جس نے آگے بڑھ کر مساوات نسواں (Feminism) کی تحریک کی صورت اختیار کی۔ جس سے واقعہ یہ ہے کہ عائلی نظام کا خاتمہ کر دیا کہ ان کا خاندانی نظام تباہ و برباد ہو گیا اور بینکنگ کے نظام کے ذریعے ان کا معاشی استحصال کر کے ان کی گردن پر سوار ہو کر بیٹھ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبالؒ اس صدی کے آغاز میں یورپ جا کر یہ دیکھ آئے تھے کہ "فرنگ کی رگ جاں بچہ یہود میں ہے۔"

یہ درحقیقت اس تہذیب کی انتہا پسندی کے دو اسباب ہیں، ورنہ اس کا آغاز اور اس کا inner core خالص اسلامی تھا۔ اس کا آغاز مسلمانوں کے زیر اثر ہسپانیہ کی یونیورسٹیوں سے ہوا ہے اور اس تہذیب میں اگر کوئی خیر ہے تو وہ اسلام سے مستعار لیا گیا ہے۔ جیسے کہ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں۔

ہر کجا بنی جہان رنگ و بو آں کہ از خاکش بروید آرزو
یاز نور مصطفیٰ او را بہاست یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ست
یعنی اگر آج دنیا میں کوئی خیر موجود ہے تو وہ یا تو نور محمدیؐ سے مستعار لیا گیا ہے یا یہ کہ ابھی انسان اس مقام محمدیؐ تک رسائی کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

میں ہے۔ یہ دو جہتیں جس کے زیر اثر واقعہ یہ ہے کہ پورا یورپ ایک عرصے سے تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اب اس تاریکی کے خلاف جب روشن خیالی آئی، جب علم پھیلا اور جدید نظریات نے انسانی شعور کو حیار نو عطا کی اور یہ نظریات جب ہسپانیہ سے ہو کر ان ممالک کے اندر پہنچے تو وہاں پر ایک شدید رد عمل پیدا ہو گیا اور مذہب اور پلٹائیت کے خلاف بالعموم بغاوت پیدا ہو گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ شہنشاہیت کے خلاف بھی نفرت کے جذبات پروان چڑھنے لگے۔ ظاہر بات ہے کہ جب رد عمل ہوتا ہے تو نیوٹن کے تیسرے قانون حرکت کی رو سے ہر عمل کا اس کے مساوی اور مخالف سمت میں رد عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ وہاں جتنا جبر تھا اس کے خلاف اس کا رد عمل بھی اتنا ہی شدید تھا۔

اس ضمن میں یہ بات بہت اہم ہے، اس کو سمجھ لیجئے کہ ایک طرف تو عیسائی یورپ رد عمل کی طرف جا رہا تھا، دوسری طرف یہودیوں نے عیسائیوں کی پشت میں چھرا گھونپنے کے لیے ہسپانیہ کے ذریعے یورپ میں جو خیر جا رہا تھا اس میں شرکی آمیزش کر دی۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ مسلم ہسپانیہ میں یہودیوں کو بڑی مراعات حاصل تھیں اور اس دور کے بارے میں بن گوریان نے یہ کہا ہے کہ Muslim Spain was the golden era of our diaspora سے یہودیوں کا جلا وطنی اور انتشار کا دور شروع ہوا تھا کہ انہیں فلسطین سے نکل کر پوری دنیا میں منتشر کر دیا گیا تھا کہ جدھر تمہارے سینک سائیں چلے جاؤ، ان کا جو یہ diaspora کا دور تھا یہ ۱۹۱۷ء میں بالفور ڈیکلیریشن کے ذریعے سے ختم ہوا ہے۔ اس طرح اس انتشار کو تقریباً ۱۹۰۰ برس ہو گئے۔ اس کے بارے میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہودی عیسائیوں کے ہاتھوں شدید تشدد کا شکار تھے۔ یورپ کے عیسائیوں کی اکثریت ان سے شدید نفرت کرتی تھی۔ لہذا عیسائی انہیں بری طرح ستاتے تھے۔ انہیں پیٹنے تھے، ان پر تھوکتے تھے اور انہیں اپنے شہروں میں آنے نہیں دیتے تھے۔ اس شدید ظلم کے رد عمل میں یہودیوں نے مسلمان حملہ آور طارق بن زیاد کی مدد کی۔ اس پر مسلمانوں نے انہیں اپنا محسن سمجھتے ہوئے مسلم اسپین میں ان کی سرپرستی کی اور انہیں بہترین مراعات دیں اور انہوں نے وہاں بیٹھ کر عیسائیت کی پیٹھ میں چھرے گھونپے۔ وہ جو کسی نے بڑے خوبصورت الفاظ میں کہا ہے "کون سی ایسی گھول رہا ہے وقت کے بتے دریا میں!" یہ جو علم، شعور اور آگہی کا دریا ہسپانیہ سے یورپ کی طرف رواں تھا ان یہودیوں نے اس میں سیاهی گھولنے کا کام بہت گہری سازش کے ساتھ کیا۔ چنانچہ آزادی کو انہوں نے بلور پد ر آزادی بنا دیا کہ ہر شے کی آزادی اور ہر شے سے آزادی، حتیٰ کہ خدا اور مذہب سے بھی آزادی۔ چنانچہ اس آزادی نے "زندگی برائے زندگی" اور "بابرہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" کی صورت اختیار کی۔

اسی طرح یہودیوں نے protestants کے ذریعے سے سودی اجازت حاصل کی اور بینک قائم کیے، ورنہ یورپ میں جب تک پوپ کا اختیار تھا تو بہت سی خرابیوں کے ساتھ ساتھ ایک بھلائی بھی تھی کہ سود کو حرام سمجھا جاتا تھا اور کسی بھی سطح پر سودی لین دین کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن "اصلاح مذہب" کی تحریک اور مذہبی بغاوت کے نتیجے میں جب پوپ کا اختیار ختم ہوا اور پروٹسٹنٹ